

# ماہ رمضان کے آداب و مقدمات

<"xml encoding="UTF-8?>

انسان کوئی بھی کام انجام دینا چاہے اور پھر اسے مکمل طور سے انجام بھی دے لے لیکن اگر اس کے آداب و شرائط کا لحاظ نہ رکھے تو عام طور سے اس نتیجہ کو حاصل نہیں کرپاتا جو اس کا مقصود ہوتا ہے۔ کسی عمل کو اس کے آداب و مقدمات کے ساتھ بجالانا ہی پیش نظر مقصد کے حصول کا باعث ہوتا ہے۔

کتنی دعائیقبولیت کے درجہ تک نہیں پہنچ پاتیں۔ کتنی نمازیں نماز گزار کے منہ پر ماری جائیں گی۔ کتنے روزے ایسے ہیں جو روزوں کے بجائے فاقہ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ کتنے حج ایسے ہیں جو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں ہوتے بلکہ کفارہ لادرک لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ جانے کتنی محنتیں اور ریاضتیں ایسی ہیں جو اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ پاتی ہیں۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم جب کوئی کام انجام دیں تو اس کے آداب کا خیال رکھیں اور ان کی رعایت کریں۔ ضروری ہے کہ ان امور کی شناخت کی جائے جو ہماری ریاضتوں کو ہمارے پیش نظر مقصد و منزل سے ملا دیں۔ ماہ رمضان اللہ کی برکتوں کا مہینہ ہے لہذا اس سلسلہ میں رمضان کو مد نظر رکھ کر ضرور غور کرنا چاہئے۔ تو آئیے اس سلسلہ میں کچھ وقت صرف کرتے ہیں۔ البتہ ظاہر ہے کہ یہ مباحثت کی تفصیل کافی زیادہ ہے لہذا فی الوقت اس بارے میں اتنی ہی بحث کریں گے جتنی یہ مقالہ اجازت دے گا۔

## ماہ رمضان کی عظمت

ماہ رمضان کے بارے میں اجمالی طور سے یہ بات ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اور اس میں خصوصی طور سے بندوں کی طرف نظر کرم کی جاتی ہے۔ اس لئے اس ماہ کا استقبال اچھے انداز میں ہونا چاہئے۔

رسول اللہ ماہ شعبان ہی سے اس ماہ کی تیاری شروع کر دیتے تھے اسی طرح ہمارے دیگر ائمہ بھی یہی سے اس کے استقبال کے لئے تیار رہتے تھے۔ امام رضا علیہ السلام نے ماہ شعبان کے آخری جمعہ کے وقت ابا صلت سے فرمایا تھا:

اے ابا صلت! شعبان کے اچھے خاصے دن گزر چکے ہیں اور یہ اس کا آخری جمعہ ہے لہذا اس میں ہوئی کوتاپیوں کا اس کے باقی ماندہ حصہ میں تدارک کرلو، اور جو چیز تمہارے لئے مفید ہے اسے انجام دو اور جو مفید نہیں ہے اسے چھوڑو، اور دعا و استغفار و تلاوت قرآن زیادہ سے زیادہ کرو، اور اللہ سے اپنے گناہوں کی توبہ کروتاکہ ماہ خدا اس حال میں تمہاری طرف آئے کہ تم اللہ کے لئے خالص ہوچکے ہو، اور اپنی گردن پر کوئی امانت نہ چھوڑو یہاں تک کہ اسے ادا کردو، اور اپنے دل میں کسی مومن کا کینہ نہ چھوڑو یہاں تک کہ اسے نکال پہیںکو، اور کوئی گناہ نہ چھوڑو مگر یہ کہ اس سے تم اکھڑ چکے ہو، اور اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اپنی خلوتوں اور جلوتوں سب میں اسی پر بھروسہ کرو، اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے بیشک اللہ اپنے حکم کا پہنچانے والا ہے، اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک مقدار معین کر دی ہے، اور اس ماہ کے بقیہ حصہ میں یہ ذکر زیادہ کیا کرو: "اللَّهُمَّ إِنَّ لَمْ تَكُنْ غَفَرْتَ لَنَا فِيمَا مَضَى مِنْ شَعْبَانَ فَاغْفِرْ لَنَا فِيمَا بَقَى مِنْهُ" کیونکہ اللہ اس ماہ کے احترام میں کچھ لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے۔ (یا ابا صلت ان شعبان قد مضی اکثرہ...؛ وسائل، ج ۷،

ماہ رمضان کو مخصوصین علیہم السلام ایک خاص انداز ایک خاص رنگ اور ایک خاص طریقہ سے گزارتے تھے۔ رسول اللہ کے بارے میں ملتا ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا، نمازیں زیادہ ہو جاتی تھیں اور دعامیں گریب و زاری بڑھ جاتی تھی۔ (انہ اذا دخل شهر رمضان تغیر لونہ و کثرت صلاتہ، وابتھل فی الدعاء و اشفق منه؛ اقبال الاعمال، سید ابن طاؤس، ج۱، ص۶۹، مکتب الاعلام الاسلامی، ۱۴۱۴)

امام سجاد علیہ السلام کا اس مہینہ سے اتنا لگاؤ تھا کہ ماہ رمضان کو وداع کرتے ہوئے عجیب انداز اپناتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

یہ مہینہ ختم ہوا اور اپنی انقطاع مدت اور اپنے دن پورے کرنے کے بعد ہمیں داغ جدائی دھے گیا اور اب ہم اسے وداع کر رہے ہیں (ثُمَّ قد فارقنا عند تمام وقته، وانقطاع مذته، ووفاء عدده، فنحن مودّعوه...؛ صحیفہ کاملہ سجادیہ، دعاء ۴۵، وداع رمضان)

آپ کا وداع بھی عجیب وداع ہے جسے ایک عام اور معمولی وداع نہیں کہا جاسکتا، فرماتے ہیں:  
ایسے کا وداع ہے جس کی جدائی ہمارے اوپر بڑی شاق ہے (وداع من عز فراقہ علینا؛ ایضاً)  
دوسری جگہ فرماتے ہیں:

سلام ہو تجھ پر کہ تیری آمد کے لئے ہم انتظار کی گھریاں کاٹتے تھے اور آئندہ بھی تیری آمد کے منظر رہیں گے۔ (السلام عليك ما كان احرصنا بالامس عليك و اشد شوقنا غداً اليك؛ ایضاً)

ایک اور جگہ پر رمضان کی جدائی کو مصیبت سے تعبیر کرتے ہیں:

پوردگار!! محمد و آل محمد پر درود بھیج اور اس مہینہ کی جدائی کی مصیبت کا تدارک فرما۔ (اللهم صل علی محمد وآل محمد واجیر مصیبتنا بشہرنا؛ ایضاً)

ہمارے ائمہ علیہم السلام رمضان سے مکمل استفادہ کرتے تھے اور اس سے ہونے والے فائدے کو دنیا کا سب سے بڑا فائدہ جانتے تھے:

اس مہینہ میں ملنے والا منافع دنیا کے سارے منافعوں سے بالاتر ہے۔ (و اربحنا افضل ارباح العالمين؛ ایضاً)  
محمد ابن عجلان نے نقل کیا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو امام زین العابدین علیہ السلام اپنے نہ کسی غلام کی تنبیہ کرتے تھے اور نہ ہی کنیز کی، اور جب کوئی غلام یا کنیز غلطی کرتے تھے تو اسے لکھ لیتے تھے کہ فلاں نے فلاں وقت یہ غلطی کی ہے اور سزا نہیں دیتے تھے اور ان کے ساتھ اخلاق و ادب سے پیش آتے تھے۔ پھر جب رمضان کی آخری رات آتی تھی تو ان سب کو بلاتے تھے اور اپنے پاس اکٹھا کرتے تھے پھر وہ نوشته کھولتے تھے اور کہتے تھے: کہ مثلا فلاں نے یہ غلطی کی تھی اور میں نے نہیں ٹوکا تھا۔ وہ کہتا تھا: ہاں یا بن رسول اللہ!

یہاں تک کہ سب کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے اور آخر میں ان کے درمیان کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ بآواز بلند یہ کہو کہ: اے علی ابن الحسین اللہ نے آپ کے سارے اعمال کو بھی اسی طرح ایک ایک کرکے لکھا ہے جیسا کہ آپ نے ہمارے اعمال کو لکھا ہے۔ اس کے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کی بنیاد پر آپ کے خلاف بولنے کی طاقت رکھتی ہے اس سے کوئی بھی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا عمل نہیں چھوٹتا وہ سب کچھ لکھتا ہے اور آپ کا ہر عمل اس کے پاس حاضر ہے جیسا کہ ہم نے اپنے تمام اعمال کو آپ کے پاس حاضر پایا، ہمیں معاف کر دیں اور بخش دیں جیسا کہ آپ امیدوار ہیں کہ اللہ آپ کو معاف کر دے اور بخش دے، اور جیسے آپ چاہتے ہیں کہ معاف کیا جائے اسی طرح آپ بھی ہمیں معاف کر دیں تو آپ اس کو بخشنے والا اور مہربان پائیں گے۔ اور آپ کا

پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ جیسے آپ کے پاس کتاب ہے جو حق کی بنیاد پر ہمارے خلاف بولتی ہے، ہمارا چھوٹا بڑا ہر طرح کا عمل لکھتی ہے، لہذا اے علی ابن الحسین اپنے حاکم و عادل رب کے نزدیک اپنے ادنی مقام کو یاد کریں جو ذرہ برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا، اور قیامت کے دن اسے سامنے لائے گا، اور اللہ کافی ہے اور برقیز پر گواہ ہے، لہذا ہمیں معاف کریں اور بخش دیں اللہ آپ کو معاف کرے گا اور بخش دے گا کیونکہ اس کا فرمان ہے 'وَلِيَعْفُوا وَلِيُصْفَحُوا آلا تُحِبُّونَ آن يَعْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ' (نور: ۲۲)۔

یہ سب آپ خود بھی یہ کہتے رہتے تھے اور ان سے بھی کہلواتے رہتے تھے اور وہ آپ کے ساتھ ساتھ آواز بلند کہتے رہتے تھے اور آپ روتے رہتے تھے اور کہتے رہتے تھے کہ پروردگار! تو نے حکم دیا ہے کہ جس نے ہم پر ظلم کیا ہے ہم اسے معاف کر دیں اور ہمارے اوپر ہمارے نفسوں نے ہی ظلم کیا ہے تو جیسا تو نے کہا ہم نے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیا لہذا اب تو بھی ہمیں معاف فرما کیونکہ معاف کرنے کے لئے ہم سے اور اپنے حکم کے دوسرے مخاطبین سے زیادہ تو حقدار ہے۔

اور تو نے حکم دیا ہے کہ ہم کسی سائل کو اپنے دروازے سے واپس نہ کریا اور ہم تیرتے در پہ سائل و مسکین بن کر آئے ہیں اور تیرتے در پہ اور تیری چوکھٹ پر بیٹھے ہیں، ہم تیری بخشش، خیر اور عطا کے طالب ہیں، لہذا ہم پر احسان کر اور ہمیں محروم نہ کر، کیونکہ تو ہم سے اور اپنے حکم کے مخاطبین سے زیادہ اس کا سزاوار ہے، پروردگار تو صاحب عزت ہے لہذا مجھے عزت عطا کر کیونکہ میں تیرتے در کا سائل ہوں، اور تو خیر و نیکی کا سخی ہے تو اے کریم مجھے بھی اپنے در سے پانے والوں میں شمار کر لے... (بخار، ج ۹۵، ص ۱۸۷)

## غفلت

غفلت ایسی مصیبت ہے جس کی وجہ سے انسان کا معنوی نقصان بھی ہوتا ہے اور روحانی بھی۔ غفلت سے بچنے اور ہمہ وقت حاضر دماغ اور متنبہ رہنے کی ہمارے بیان کافی تاکید کی گئی ہے۔

غفلت کے نقصانات اور اس کے آثار کے سلسلہ میں قرآن نے کئی مقامات پر اشارہ کیا ہے:

### غفلت کے آثار و نقصانات

#### ۱۔ روزی کی تنگی:

قرآن کا صریح اعلان ہے کہ غفلت، روزی کی تنگی کا باعث ہوتی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے (وَمَنْ اعْرَضَ عنِ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضنكًا وَنَحْشِرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى) (طہ: ۱۲۴) یعنی جو میرے ذکر سے منہ موڑتے گا اس کی روزی تنگ رہے گی۔

یہ ظاہرا ایک مادی نقصان ہے جو دنیا ہی میں ظاہر ہوگا۔ اس کے علاوہ مذکورہ آیت کے تسلسل میں ایک معنوی نقصان کا تذکرہ ہے جو اس سلسلہ کا دوسرا نقصان ہے:

## ۲. قیامت میں اندھا اٹھایا جانا:

(ونحشرہ یوم القيامۃ اعمی) (طہ:۱۲۴) یعنی ہم قیامت میں اسے اندھا اٹھائیں گے۔

یہ ایک معنوی نقصان ہے جو قیامت میں ظاہر ہوگا۔ ایک اور معنوی نقصان ہے جو اس سے آگے کی آیت میں ہے:

## ۳. قیامت میں بھلادیا جانا:

(وَكَذَلِكِ الْيَوْمَ تُنَسَى) (طہ:۱۲۶) اور آج تجھے بھلادیا جائے گا۔

یہ بات بھی عجیب ہے کہ اس نے اللہ سے غفلت کی تو اللہ نے قیامت میں اسے بھلادیا۔

## ۴. شیطان کی ہمنشینی:

(وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ تُفْيَضُ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لِهِ قَرِيبٌ) (زخرف:۳۶) اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرتے گا ہم اس کے لئے ایک شیطان بھیج دیں گے جو اس کے ساتھ رہے گا۔

## ۵. خود فراموشی:

(حشر:۱۹) ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو 'خود فراموشی' میں مبتلا کر دیا۔

یہ ہیں غفلت کے آثار و نقصانات جو مادی بھی ہیں اور معنوی بھی۔ لہذا دنیاوی اور اخروی نقصانات سے بچنے کے لئے ہمیں ماہ رمضان میں غفلت سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ رمضان کے رمضاں کو ایک لمحہ کو اپنے لئے غنیمت سمجھیں کیونکہ سال میں صرف ایک بار ہم کو یہ موقع ملتا ہے۔

البته غفلت سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ غفلت کے اسباب کیا ہیں اور انسان غفلت میں مبتلا کیوں ہو جاتا ہے۔ تو آئیے اس پر بھی ایک نگاہ ڈالتے ہیں:

غفلت کے اسباب قرآن نے غفلت کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں:

## ۱- مال و اولاد:

'اَتَ اِيمَانَ لَانِي وَالوَالِو! تمہاری اولاد اور تمہارا مال تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر۔' (منافقون:۹)

ایسا بہت سے موقعوں پر ہوتا ہے کہ اپنے کاروبار کی وجہ سے کوئی اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے، مال دنیا اسے اللہ سے غافل بنادے۔ اسی طرح اولاد کی چاہت اور اولاد کی جائز ناجائز آرزوں کو پورا کرنے کی دھن بھی انسان کو اللہ سے غافل کر دیتی ہے۔

## ۲. عیش و آرام:

'وہ لوگ جواب میں کھیں گے) تو پاک و پاکیزہ ہے ہماری کیا مجال کہ تیرے علاوہ کسی اور کو اپنا سرپرست بنائیں، لیکن ہاں تو نے ان کے آباء و اجداد کو نعمتوں سے نوازا یہاں تک کہ یہ لوگ ذکر کو بھول گئے۔' (فرقان: ۱۸)

دنیا کا عیش و آرام اور دنیاوی سہولیات ایسی چیزیں ہیں جن سے سبب غفلت کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو شروع میں اچھے تھے، اللہ کی یاد میں مصروف تھے لیکن جیسے ہی انھیں کچھ عیش و آرام میسر ہوا وہ اللہ کو بھول گئے اور دنیاوی چمک دمک میں ڈوبتے چلے گئے۔

## ۳. دنیا طلبی:

'لہذا اے رسول آپ اس شخص سے منہ پھیرلیں جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑا اور جو دنیاوی زندگی کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا۔' (نجم: ۲۹)

یہ آیت ظاہرا ان لوگوں کے بارے میں ہے جو دنیاوی عیش و آرام میں مبتلا نہیں ہیں اور ابھی دنیاوی عیش و عشرت ان کو حاصل نہیں ہوپائی ہے لیکن وہ دنیاوی عیش و آرام کے تعاقب میں ہیں اور اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ لوگ اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں۔

## ۴. معاشی سرگرمی:

'وہ لوگ جنھیں تجارت اور (خریدو) فروش، ذکر خدا سے غافل نہیں کرتی۔' (نور: ۳۷)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ تجارتی سرگرمی اور معاشی تگ و دو انسان کو اللہ سے غافل کرسکتی ہے۔ لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ سے غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ دنیاوی و معاشی سرگرمی کے ساتھ ساتھ اللہ کا تذکرہ کو بھی اپنی زندگی کا شعار بنالیے ہیں۔

قرآنی ہدایات کے مطابق اگر ہم مذکورہ اسباب غفلت سے دوری اختیار کریں تو رمضان المبارک سے صحیح اسفادہ کرسکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کافرمان ہے کہ 'رمضان اللہ کا مہینہ ہے اس ماه میں لا اله الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ، سبحان اللہ کا ذکر زیادہ کریں اور اللہ کی تمجید کریں یہ مہینہ فقراء کی بھار ہے' (بخار، ج ۹۳، ص ۳۸)

## قرآن کی تلاوت

### قرآن کی عظمت:

قرآن کی عظمت ہر مسلمان کے لئے کم و بیش واضح ہے اور بہت سی آیات و روایات سے اس کی عظمت واضح ہوتی ہے یہاں صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔

'اگر ہم اس قرآن کو پھاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔' (حشر: ۲۱)

رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اس طرح کہ اس ماه میں ایک آیت کی تلاوت کرنے

والی کو ختم قرآن کا اجر ملتا ہے۔ (مَنْ تَلَّا فِيهِ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ كَانَ لَهُ مِثْلُ مَنْ حَتَّمَ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِهِ؛ بحار، ج ۹۳، ص ۳۵۷)۔

علی ابن مغیرہ کہتے ہیں کہ میں امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میرے والد نے آپ کے جد سے ہر رات کو ختم قرآن کے سلسلہ میں سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ رمضان المبارک میں جتنا ممکن ہو اسے انجام دو، تو میرے والد رمضان میں چالیس ختم قرآن کیا کرتے تھے۔

والد کے بعد اب میں بھی اسی طرح کرتا ہوں کبھی چالیس سے کم اور کبھی زیادہ۔ یہ میری مصروفیت، فراغت اور ہمت و حوصلہ پر ہوتا ہے، پھر جب عید فطر آتی ہے تو ایک ختم قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے ایک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ایک دیگر ائمہ کے لئے قرار دیتا ہوں یہاں تک کہ ایک ختم قرآن آپ کے لئے قرار دیتا ہوں، میرے لئے اس کا کیا ثواب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارے لئے یہ پاداش ہے کہ تم قیامت میں ان کے ساتھ ہوگے، میں نے کہا اللہ اکبر کیا مجھے یہ شرف ملے گا؟ تو آپ نے تین بار فرمایا: ہاں۔ (قلت له ان ابی سال جدّک علیہ السلام... قال نعم ثلث مرات؛ بحار، ج ۹۵، ص ۵)

وہاب ابن حفص کہتے ہیں میں نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ قرآن کو کتنے دن میں ختم کرنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ چھ دن میں یا اس سے زیادہ میں، میں نے عرض کی رمضان المبارک میں کتنے دن کے اندر؟ فرمایا: تین دن کے اندر یا اس سے زیادہ۔ (قال سالته عن الرجل فی کم یقرأ القرآن، قال فی سنت، فصاعداً، قلث: فی شهر رمضان؟ قال: فی ثلث، فصاعداً؛ ایضاً، ص ۶)

اور یہ حدیث تو بڑی مشہور ہے کہ ہر چیز کی ایک بھار ہوتی ہے اور قرآن کی بھار ماه رمضان ہے۔ (لکل شیئِ ربیع و ربیع القرآن شهر رمضان؛ ایضاً، ج ۸۹، ص ۲۱۳)

امام خمینی کے بارے میں ملتا ہے کہ آپ ماہ رمضان میں اپنی ملاقاتوں کو ملتوی کر دیتے تھے۔ امام خمینی کے ایک قریبی شخص کا کہنا ہے کہ آپ اس لئے ان ملاقاتوں کو ملتوی کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ دعا، قرآن اور دیگر عبادت کر سکیں۔ آپ کا کہنا تھا کہ 'رمضان بجائے خود ایک کام ہے'۔

آپ جب نجف میں تھے تو رمضان میں ہر روز دس پارے پڑھتے تھے، یعنی ہر تین دن میں ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ بعض بڑھ خوش تھے کہ انہوں نے رمضان میں دوبار قرآن ختم کیا ہے لیکن بعد میں انہیں پتہ چلا کہ امام خمینی نے دس گیارہ بار ختم قرآن کیا ہے۔

## ہدایت و رحمت کا وسیلہ

اللہ نے قرآن کو مومین کے لئے ہدایت و رحمت کا وسیلہ قرار دیا ہے:  
'یہ قرآن مومین کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔' (یونس: ۲۳)

لہذا اس کی تلاوت اور اس سے تعلق یقینا ایک مومن کی ہدایت اور اللہ کی رحمت کا سبب بنے گا۔

## بیماری کے لئے شفا

رحمت و ہدایت کے علاوہ اللہ نے قرآن کریم کو شفا بھی قرار دیا ہے:

'ہم قرآن میں سے نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے لئے خسارہ کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔' (اسرا: ۸۲)

## تلاوت قرآن کا فائدہ:

الہی انعام قرآن کی تلاوت خود قرآنی ارشاد کے مطابق اللہ کی طرف سے انعام کا باعث بنتی ہے۔ یہ انعام کیا ہوگا اسے قرآن یوں بیان کرتا ہے :

'جو لوگ کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور جنہوں نے نماز قائم کی اور ہمارے عطاکردار رزق میں سے اعلانیہ اور چھپ کر اتفاق کرتے ہیں، وہ خسارہ سے خالی اور کساد بازاری سے پاک تجارت کے امیدوار ہیں۔' (فاطر: ۲۹)

## شکر الہی

اللہ کا شکر ادا کرنا ہر زمانہ میں ضروری ہے اور شکر الہی کا شمار واجبات میں ہوتا ہے۔ ماہ رمضان میں اس کا لزوم دوچندان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ماہ اللہ کی نعمتوں کا مہینہ ہے لہذا نعمتوں کا شکر بھی اسی قدر ضروری ہے۔ شکر کے یوں تو بہت سے فوائد ہیں لیکن قرآن میں خاص طور سے دو فوائد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

### ۱۔ نعمتوں میں اضافہ:

'اگر شکر کرو گے تو میں (نعمتوں میں) اضافہ کروں گا اور اگر (نعمتوں کو) جھٹپٹاؤ گے تو میرا عذاب شدید ہے۔' (ابرایم: ۷)

واقعہ انصاف کی بات بھی یہی ہے کہ اگر کوئی نعمت دینے والے کا شکر ادا نہ کرے تو اسے سزا ضرور ملتا چاہئے اور اگر کوئی نعمتوں کا شکر ادا کر رہا ہے تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے۔ اگر اللہ نے نعمتیں دیں اور انسان شکرگزار نہ ہو اور پھر نعمتیں چھن جائیں تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرنا چاہئے۔

### ۲۔ الہی ہدایت:

'جناب ابراہیم علیہ السلام) اس کی نعمت کے شکر گزار تھے تو اللہ ان کو منتخب کیا اور صراط مستقیم کی ہدایت دی۔' (نحل: ۱۲۱)

## گتابوں سے پریز

اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کی تعداد، جائز اور حلال چیزوں کے مقابلے میں نہایت کم ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ کے احکام کی زندگی بھر اور لمحہ لمحہ پیروی کرتا رہے۔ لیکن یہ ضرورت ماہ رمضان میں زیادہ

ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے لہذا اس مہینہ میں اگر اللہ کی اطاعت نہ ہو پائی تو کافی مشکل پیدا ہوگی۔

گناہوں کی دو قسمیں کی جاتی ہیں ایک گناہ کبیرہ اور دوسرے گناہ صغیرہ۔ گناہ کبیرہ یعنی بڑا گناہ اور گناہ صغیرہ یعنی چھوٹا گناہ۔ یعنی شریعت نے گناہوں کے مرتبہ رکھے ہیں۔ البتہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ گناہ کا چھوٹا ہونا اس کے جائز ہونے کا سبب نہیں بنتا بلکہ گناہ گناہ ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ کی نافرمانی دونوں ہی میں ہے وہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ بلکہ حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ہر وہ گناہ بڑا ہے جس کو انسان چھوٹا سمجھے (نہج البلاغہ، حکمت: ۳۴۸)۔ اس لئے گناہوں کی تقسیم بندی سے کسی کو یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ چھوٹے گناہ میں اللہ کی نافرمانی کم ہے۔

قرآن میں مذکور گناہان کبیرہ کو اس طرح ترتیب دیا جاسکتا ہے:

### ۱- شرک :

"الله شرک کو معاف نہیں کرسکتا اور اس سے چھوٹے گناہوں کو جس کے حق میں چاہے معاف کرسکتا ہے۔"  
(نسائی: ۱۱۶)

یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب سے بڑا گناہ یہی شرک ہے اس لئے کہ اللہ جو کہ کریم ہے رحیم ہے غفور ہے وہ ہر گناہ کو معاف کرنے کے لئے تیار ہے لیکن شرک سے چشم پوشی نہیں کرسکتا۔

### ۲. اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناممیدی:

"الله کے فیض و رحمت سے مایوس نہ ہو (کیونکہ) اللہ کے فیض و رحمت سے صرف کفار کا گروہ ہی مایوس ہوتا ہے۔"  
(یوسف: ۸۷)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ 'الله کی رحمت سے صرف گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔'  
(حجر: ۵۶)

ان آیات کے حساب سے اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر و گمراہی کی علامت ہے۔ لہذا ہمیشہ اللہ کی طرف توجہ اور اس کی رحمت کی امید رکھنا چاہئے۔

### ۳. تدبیر الہی سے بے خوف ہونا:

'کیا یہ لوگ تدبیر الہی سے بے خوف ہو گئے تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف و بی ہوتے ہیں جو گھاٹے میں ہیں۔'  
(اعراف: ۹۹)

اپنے آپ کو الہی تدبیر سے بالاتر سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ اللہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا یہ بڑی خوش فہمی ہے اور ایسا انسان بڑھ گھاٹے میں رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے منصوبوں کے لحاظ سے کتنی ہی منصوبہ بندی کیوں نہ کر لے اور دور اندیشی کے ساتھ ساتھ کام کے حواشی و جوانب پر کتنا ہی احتیاط اور زیرکی کے ساتھ نگاہ کیوں نہ ڈال لے پھر بھی اگر اللہ کی تدبیر کے مقابل ہو تو ذرہ برابر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات تاریخ انسانیت کی سیکڑوں بار کی آزمائی بوئی بھی ہے۔ طوفان نوح علیہ السلام میں فرزند نوح کا ڈوبنا، دربار فرعون میں حضرت موسی علیہ السلام کا پروش پانا، جناب ابراہیم علیہ السلام کا بھڑکتی آگ سے صحیح سالم

نکل آتا، شداد کا اپنی ہی جنت کے نظارے سے محروم رہ جانا اور اس کے علاوہ نہ جانے کتنی مثالیں یہ بتاتی ہیں کہ اللہ کی تدبیر پر تدبیر سے بالاتر ہے۔

۴. قتل: اور جو جان بوجہ کر کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کی سزا دوزخ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غصب اور لعنت اس پر ہے اور اللہ نے اس کے لئے عظیم عذاب تیار کر کھا ہے۔ (نسائی: ۹۳)

## ۵. قطع رحم:

جو لوگ پختہ کرنے کے بعد اللہ سے کئے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور جس (رشتہ) کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔ (بقرہ: ۲۷) جو قریبی رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ اچھے روابط رکھنا ضروری ہے اور تعلقات کو توڑنا نہایت غلط کام ہے اچھے بڑے وقت میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صلہ رحم کیجئے چاہے ایک بار سلام کرنے کے ذریعہ ہی ہو۔

البتہ ظاہر سی بات ہے کہ یہ کام اور حسن روابط کی برقراری یک طرفہ نہیں بلکہ دو طرفہ ہوتی ہے جیسا کہ اردو کا محاورہ بھی ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بلکہ دونوں ہاتھوں بجتی ہے۔ لہذا یہ کام دونوں طرف سے ہونا چاہئے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے اقدام کو چھوڑ کر صرف دوسرے افراد سے یہ توقع رکھے کہ وہ آکر اس کے ساتھ صلہ رحم کرے۔ البتہ یہ انتہائی باریک بینی کا کام ہے اور اس کے مصدقہ کی تشخیص آسان کام نہیں ہے لہذا بڑے احتیاط اور فرض شناسی کے ساتھ اسے انجام دینا چاہئے۔

## ۶. یتیموں کا مال کہانا:

جو لوگ یتیموں کے مال کو ظالمانہ طریقہ سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب واصل جہنم پوچھائیں گے۔ (نسائی: ۱۰)

یہ گزر چکا ہے کہ یتیم وہ محروم ہیں کہ نہ دوسرے ان کی مدد کرتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اپنی مدد کرنے کا شعور تک نہیں ہوتا۔

## ۷. بدکاری (زنہ):

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، یہ انتہائی گندہ کام اور برا راستہ ہے۔ (اسرائی: ۳۲) دیگر شریعتوں میں بھی یہ حرام تھا اور دین اسلام میں بھی حرام ہے اور اس کے لئے سخت سزا کا حکم دیا گیا ہے۔

## ۸. شراب خوری:

(مائده: ۹۰) اے ایمان لانے والا! شراب، جوا، بت اور پانسہ یہ سب شیطانی گندے اعمال ہیں ان سے پرہیز کرو شاید تم لوگ نجات پا جاؤ۔ مذکورہ چیزیں ایسی ہیں جن میں دنیاوی نقصان بھی ہے اور اخروی بھی کیونکہ دنیا میں وقت بربادی کا سبب ہوتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کا۔

## ۹- پیمان شکنی:

'جو لوگ پختہ کرنے کے بعد اللہ سے کئے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور جس (رشتہ) کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے اوپر اللہ کی لعنت اور ان کے لئے برا ٹھکانہ ہے ' (رعد: ۲۵)

## ۱۰- امانت میں خیانت:

'اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت کو صاحب امانت تک پہنچادو۔' (نسائی: ۵۸)

## ۱۱- کم فروشی:

'ویل ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے، یہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں، اور جب لوگوں کے لئے ناپ تول کرتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں، کیا ان لوگوں کو یہ گمان (بھی) نہیں کہ ایک روز یہ لوگ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لئے، جس دن لوگ رب العالمین کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے۔' (مطہفین: ۶) کم فروشی ایسی بیماری ہے جس میں عام طور سے لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خریدیں تو پورا پورا لیں اور بیچیں تو ڈنڈی مار دیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا مال حلال میں شمار نہیں ہوگا اور اس سے تیار کردہ لباس وغیرہ میں عبادت بھی درست نہیں ہوگی لہذا وہ محنت بھی ضائع جائے گی جو نماز جیسی عبادتوں کے لئے کی گئی ہے اور وہ لقمہ حرام اگر شکم میں چلا گیا تو گوشت و پوست بھی حرام کے مال سے نمو پائے گا جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔

## ۱۲- سود خوری:

'اے ایمان لانے والو دو گنا چو گنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو شاید نجات پاجاؤ، اور اس آگ سے ڈرو جو کافرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔' (آل عمران: ۱۳۰، ۱۳۱) سود خوری کو اس آیت میں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے کہ سود خور کو کفار کے لئے تیار کی گئی آگ سے ڈرنے کے لئے کھا گیا ہے گویا جو آگ کفار کے لئے ہے وہی سود خور کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ عجیب بات یہ ہے کہ شروع میں کھا گیا کہ 'اے ایمان لانے والو' اور پھر کفر کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے یعنی سود ہی ان کے کفر کا سبب ہے۔

## ۱۳- جہاد سے فرار:

'اے ایمان لانے والو! جب تم میدان جنگ میں کفار کے سامنے آؤ تو انہیں پیٹھ نہ دکھانا۔' (انفال: ۱۶)

## ۱۴- اسراف (فضول خرچی):

'کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، وہ اسراف کرے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔' (اعراف: ۲۹) فضول خرچی گناہ کبیرہ بھی ہے اور دوسری طرف انسان کا دنیاوی نقصان بھی ہے کیونکہ اس کا مال بے فائدہ

چلا جاتا ہے جس کا ذرہ برابر فائدہ نہیں ہوتا۔ فضول خرچ انسان اپنے ہاتھ سے اپنے پیر پر کلہاڑی مارتا ہے۔

#### 15. مسلمانوں سے جنگ کرنا:

'جو لوگ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد برپا کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انھیں پہانسی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ پیروں کو مختلف سمتوں سے کاٹا جائے یا جلا وطن کر دیا جائے یہ ان کی دنیاوی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔' (مائدہ: ۳۴، ۳۵)

مسلمانوں کے درمیان یا دوسری جگہوں پر فساد پھیلانا اور جھگڑا کھڑا کرنا یہ خود گناہ ہے اور اس کی سزا قرآن نے خود بیان کر دی ہے۔ لہذا اس صورت میں خود مسلمان معاشرے کے مقابل آنے سے بچنا چاہئے تاکہ مذکورہ سزا کے مستحق قرار نہ پائیں۔

#### 16. مردار، خون اور خنزیر کھانا:

'اور تم پر حرام کیا گیا ہے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت۔' (مائدہ: ۱۳)

یہ چیزیں ویسے بھی نفرت انگیز ہیں لہذا اس سے پریز نسبتاً آسان ہے۔ ویسے بھی کھانے کے لئے دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جو لذت و ذائقہ میں ان سے کھیں بڑھ کر ہیں تو انسان کیوں حرام خوری کے پیچھے جائے؟

#### 17. جان بوجھ کر نماز چھوڑنا:

(روم: ۳۱) نماز قائم کریں اور مشرکین میں سے نہ ہو جائیں۔

مار رمضان میں نماز کے اوپر زیادہ تاکید و توجہ ہونا چاہئے اگر یہاں بھی نماز سے دوری رہی تو بہت ہی حیف ہوگا۔ نماز ویسے بھی دین کا ستون ہے اور اس کے بارے میں ہے کہ اگر قیامت میں یہ قبول ہوگئی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر یہ مسترد کردی گئی تو باقی اعمال بھی مسترد کردئے جائیں گے۔ شاعر کا شعر بھی ہے

روز محشر کہ جان گداز بُود  
اُولین پرسشن نماز بُود

لہذا نماز کی طرف توجہ انسان کی فلاح و بہبود میں ایک اہم کردار رکھتی ہے جس سے غفلت کرنے میں پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

#### 18. زکات نہ دینا:

'مشرکین پر ویل ہو جو زکات نہیں دیتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔' (فصلت: ۶، ۷)

اے ایمان لانے والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں، اور (ایک دوسرے کی) جاسوسی نہ کرو، اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کر۔ (حجرات: ۱۲)

اکثر سماجی برائیاں اور لڑائی جھگڑے انھیں صفتون کی بنیاد پر ہیں کہ ہم یا کسی کے سلسلہ میں بد گمان ہیں یا اس کی غیبت کرتے ہیں یا پھر اس کی ٹوہ میں ریتے ہیں جس سے مزید بدگمانیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایسی لاتعداد مثالیں ہیں جہاں بدگمانی نے کام خراب کیا اور پھر بدگمانی بے بنیاد ثابت ہوئی۔ مثلاً ایک صاحب کی کسی سے آشنائی ہوئی سلام کلام ہوا بہرحال اس ملاقات کے بعد جب دوسری بار انھوں نے انھیں ایک جگہ دیکھا تو سلام کیا لیکن دوسرے صاحب نے سلام کا جواب نہیں دیا بلکہ ان کے سلام کے جواب میں ان کی طرف دیکھ کر عجیب سا منہ بنایا۔

انھوں نے سوچا کہ یہ عجیب انسان ہے ایک تو سلام کا جواب نہیں دے رہا دوسرے عجب طرح کا منہ بنا رہا ہے بہر حال انھوں نے اس وقت اس واقعہ کو ٹال دیا اور ذہن میں ایک سوال لیکر اپنی زندگی میں مصروف ہو گئے ایک بار پھر ان سے ملاقات ہوئی یہ صاحب دل کے ذرا اچھے تھے اس لئے اگرچہ ایک بار سبکی ہوچکی تھی لیکن پھر بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر کے سلام میں پہل کی اور پھر وہی جواب ملا یعنی انھوں نے سلام سن کر عجیب سا منہ بنایا۔

جب دوبار یہ واقعہ ہو گیا تو سلام کرنے والے صاحب سنجدید ہو گئے اور انھوں نے آخر کار مجبوراً اس آدمی کا نام بداخلاً لاقوں کی فہرست میں بڑے بڑے حروف میں لکھ ہی دیا۔ پھر جب ان کو برا فرض کریں گے تو کسی سے ان کے بارے میں شکایت کی کہ یہ آدمی بڑا مغورو ہے سلام تو کرتا ہی نہیں اور اگر سلام کرو تو طرح کے منہ بناتا ہے۔ تو سامنے والے نے انھیں بتایا کہ بھائی وہ ذرا اونچا سنتے ہیں زیادہ امید یہی ہے کہ وہ آپ کا سلام سن ہی نہیں پائے ہوں گے اور سلام نہ سن پانے کی شرمندگی میں انھوں نے طرح طرح کے منہ بنائے ہوں گے اور پھر اسی جھجک میں وہ آپ سے کچھ بول بھی نہیں پائے ہوں گے تب جاکر ان صاحب پر حقیقت آشکار ہوئی اور انھوں نے بدگمانی کے سلسلہ میں استغفار کیا۔

## گناہوں سے استغفار

استغفار ہر انسان کو کرنا چاہئے یعنی جو گناہ انجانے میں یا خدا نخواستہ جان بوجھ کر انجام دئے ہیں دائمًا اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہنا چاہئے۔ در حقیقت کوئی بھی انسان استغفار سے بے نیاز نہیں ہے کیونکہ اللہ کی عظمت اتنی زیادہ ہے کہ عبودیت کے اعلیٰ مرتبہ کے لحاظ سے عبادت کے سوا انسان کا ہر کام اور ہر مصروفیت لازم الاستغفار ہے کیونکہ اللہ نے انسان کو عبادت کے لئے خلق کیا اور اس کے سوا ہر مصروفیت چاہئے۔ اس کے سلسلہ میں شریعت نے جواز کا حکم ہی کیوں نہ لگایا ہو وہ حقیقت عبودیت اور مخلوق کے ادنی مقام کے اعتبار سے اس منزل سے کم ہے جس پر ایک بندے کو ہونا چاہئے۔

ایسے موقع پر استغفار، گناہوں یا نافرمانیوں کے سلسلہ کا نہیں ہوتا بلکہ صرف اللہ کے سامنے احساس فقر و نیاز اور اس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے ہی کی ایک قسم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ انبیاء و اولیاء و ائمہ کے توبہ استغفار کو اسی زمرے میں شمار کرتے ہیں۔

## استغفار کا وقت

ویسے تو ہر وقت اللہ سے طلب مغفرت کرنا ایک اچھا عمل ہے لیکن اس کے مکمل طور سے مفید ہونے کے لئے ایک خاص وقت کا خیال رکھنا مزید چار چاند لگنے کا باعث ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے فرزندوں نے جب اپنی حرکتوں پر شرمndہ ہوکر کہا تھا کہ 'اٹے بابا ہمارے لئے اللہ سے طلب مغفرت فرمائیے' (یوسف: ۹۷) تو جناب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ 'میں بعد میں تمہارے لئے استغفار کروں گا' (یوسف: ۹۸) بعض تفاسیر میں ملتا ہے کہ جناب یعقوب علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ شب جمعہ کا وقت آجائے تو مغفرت کروں۔

بہر حال استغفار کے وقت کے طور پر سب سے بہترین وقت وہی وقت ہے جب انسان ساری دنیا سے منہ موڑکر اللہ کی طرف لوگا سکتا ہو اور یہ رات کا ہی وقت ہے کیونکہ دن میں انسان دوسرے انسانوں سے رابطہ میں رہتا ہے اور اپنی معاشی ضروریات کو پوری کرتا ہے جس کا کچھ حصہ واجب بھی ہے لہذا استغفار کے لئے رات کا وقت بہترین وقت ہے اور وہ بھی رات کا آخری حصہ کیونکہ شروع کے حصہ میں بھی انسان کسی کام میں مصروف ہو سکتا ہے اور پھر اللہ کے بنا کرده نظام کے اعتبار سے نیند کی صورت میں جسمانی آرام بھی انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ سورہ ذاریات میں پہلے تو کہا گیا کہ متین رات کو کم سوتے ہیں اور پھر استغفار کے وقت کے طور پر سحر کا وقت بتایا گیا ہے (ذاریات: ۱۷، ۱۸)۔ اسی طرح سورہ آل عمران میں بھی متین کے بارے میں گفتگو کے دوران کہا گیا ہے 'سحر کے وقت استغفار کرنے والے' (آل عمران: ۱۷) اسی طرح رمضان میں استغفار کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ اللہ کی رحمت کے دروازے اس ماہ میں کھلے رہتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں:

'رمضان میں دعا و استغفار زیادہ کرو۔ دعاء کے ذریعہ بلائیں دور ہوں گی اور استغفار سے تمہارے گناہ ختم ہوں گے۔'

(بحار، ج ۹۳، ص ۳۷۹)

## محرومون کی دست گیری

اللہ کی عبادت اور معبدوں سے لو لگانے میں کبھی ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ دنیا کے محرومون اور مظلوموں کو بھول جائیں کیونکہ اللہ نے انسان کو دنیا میں اسی لئے بھیجا ہے تاکہ وہ دنیا میں رہ کر اللہ کے احکام کی اطاعت کرے اور جس طرح اپنی آخرت سنوارتا ہے اسی طرح اپنی دنیا اور دوسروں کی دنیا و آخرت سنوارتے کی کوشش کرے۔ نماز، روزہ، عبادت، دعا، قرآن، شب بیداری وغیرہ کے ساتھ مظلوموں اور محرومون کا خیال رکھنا ایک مومن کی پہچان ہوتی ہے۔

قرآن میں جگہ جگہ پر نماز کے ساتھ زکات کا تذکرہ ہے۔ اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ نماز میں اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور زکات میں بندوں کی دستگیری، لہذا جس طرح اللہ کی عبادت ضروری ہے اسی طرح محرومون کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

عبد اللہ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک بار نماز عشاء ختم کی تو نماز کی صفوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے مهاجرین و انصار! میں ایک غریب الوطن فقیر ہو باور رسول کی مسجد میں تم سے سوال کر رہا ہوں، مجھے کچھ کہانے کے لئے دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ اے دوست! غریب الوطنی کا ذکر مت کر، تو نے یہ ذکر کر کے میرے دل کی رگوں کو کاٹ دیا ہے، البتہ غرباء چار ہیں۔

اصحاب نے کہا غرباء کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: مسجد جو مسلمانوں کے سامنے ہو لیکن اس میں نماز پڑھنے والا کوئی نہ ہو، قرآن جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہو لیکن اس کی تلاوت کرنے والا کوئی نہ ہو، عالم جو کسی جماعت کے درمیان ہو لیکن اس کا پرسان حال کرنے والا اور قدر شناس کوئی نہ ہو، اسیروں جو روم کے کفار کے درمیان ہو جو اللہ کی معرفت نہیں رکھتے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی ضرورت کو کون پورا کرے گا؟ تو امیر المؤمنین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اس سائل کا ہاتھ تھام کر خانہ زبرا علیہ السلام تک لے آئے پھر فرمایا اے نبی کی بیٹی اس مہمان کے بارے میں کچھ انتظام کرو۔ جناب فاطمہ علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر میں ذرا سے گیوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا میں نے اسی سے کچھ کہانا تیار کیا ہے، وہ بچوں کے لئے بھی ضروری ہے اور آپ بھی روزے سے ہیں، کہانا بھی کم ہے اور صرف ایک آدمی کے لئے ہی کافی ہو سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا اسے لے آؤ۔ شہزادی نے کہانا لاکر امام کے سامنے رکھ دیا۔ امام نے اس تھوڑے سے کہانے کو دیکھا اور دل میں کہا مجھے اس کہانے میں سے نہیں کہانا چاہئے کیونکہ اگر میں بھی کہانے لگا تو مہمان کو کم پڑجائے گا۔ لہذا آپ نے اپنا ہاتھ چراغ کی طرف اس طرح بڑھایا جیسے اسے صحیح کرنا چاہتے ہوں لیکن اسے بجهادیا۔ اور شہزادی سے کہا اس کے جلانے میں ذرا دیر کرنا یہاں تک کہ مہمان اطمینان سے کہانا کھالے پھر اسے جلادینا۔

امام تاریکی میں اپنا خالی دین مبارک اس طرح چلاتے جا رہے تھے کہ مہمان سمجھتا رہا کہ کہانا کھاری ہیں یہاں تک کہ مہمان کہانے سے فارغ اور سیر ہو گیا پھر شہزادی نے چراغ لاکر رکھ دیا، جبکہ کہانا ویسے کا ویسے ہی موجود تھا، امام نے مہمان سے فرمایا: تم نے کہانا کیوں نہیں کھایا؟ اس نے کہا اے ابا الحسن میں کھاکر سیر ہو گیا ہوں لیکن اللہ نے اس میں برکت کی ہے۔ پھر اسی کہانے میں سے امام، شہزادی اور حضرات حسین بن علیہم السلام نے نوش فرمایا اور پڑوسیوں کو بھی دیا اور اللہ کی برکت سے وہ کسی کو کم نہیں پڑا۔

صبح کو امام مسجد نبوی میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے پوچھا کہ اے علی مہمان کے ساتھ کیسے گزی؟ کہا الحمد لله یا رسول اللہ بخیر گزی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے کل کے کام پر تعجب کیا کہ تم نے چراغ بجهادیا اور مہمان کے ساتھ نہیں کھایا۔ امام نے کہا آپ کو یہ سب کس نے بتایا، فرمایا: جبرئیل نے بتایا اور تمہاری شان میں یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے (وَيُؤثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ) (حشر: ۹) (صلی رسول اللہ لیلۃ صلاۃ العشاء؛ مستدرک الوسائل، ج ۷، ص ۲۱۵)

در اصل روزے کا فلسفہ ہی یہ ہے کہ ہر انسان بھوک اور پیاس کی پریشانی سے آشنا ہو سکے اور اپنے مکمل وجود کے ساتھ یہ سمجھ سکے کہ بھوک اور پیاس میں انسان پر کیا گزرتی ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: 'روزے (کے وجوب) کا سبب یہ ہے کہ بھوک اور پیاس کو قریب سے حسی طور پر پہچانا جاسکے۔' (علّة الصوم لعرفان مسّ الجوع والعطش؛ وسائل، ج ۷، ص ۳)

محرومون میں سب سے زیادہ مظلوم اور بے مددگار و بے سرپرست یتیم ہوتے ہیں۔ یتیم دنیا کے وہ انسان

ہیں جن کا دنیا میں کوئی نہیں ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہ خود بھی اپنے نہیں ہیں کیونکہ ان کے اندر ابھی شعور نہیں ہے وہ ابھی بلوغ کی منزلوں تک نہیں پہنچے ہیں یہی وجہ ہے کہ دین ان کے سلسلہ میں بڑا حساس ہے اور ان کے بارے میں خاص احکام جاری کئے ہیں۔

یقیناً یتیموں کی سرپرستی کرنا ان کی ضرورتوں کو پورکرنا ایک انتہائی اہم اور واجب کام ہے۔ اور ان کے مال کو ہڑپ لینا انتہائی پست اور حرام کام ہے۔ جناب موسیٰ اور جناب خضر علیہما السلام کا واقعہ تو کم و بیش ہر مسلمان کے ذہن میں ہوگا کہ اس بستی والوں نے ان کو پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا لیکن پھر بھی جناب خضر علیہ السلام نے ایک گرتی دیوار کو بغیر مزدوری لئے بنا دیا وہی تھی کہ اس دیوار کے نیچے مال یتیم تھا جو اگر ظاہر ہو جاتا تو شاید ان یتیموں تک نہ پہنچ پاتا۔

قرآن نے یتیموں کی دیکھ ریکھ کا بڑا خیال رکھا ہے اور جگہ جگہ پر اس سلسلہ میں ہدایتیں دی ہیں۔ یتیموں کے ساتھ کیسا برتاو ہونا چاہئے؟ ان کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہئے؟ اور ان کے اندر پائے جانے والے انجانے احساس کمتری کو کیسے ختم کرنا چاہئے اس سلسلہ میں قرآن نے چند رہنمایا اصول بیان کئے ہیں:

#### ۱۔ عزّت دینا:

'برگز نہیں! بلکہ تم خود یتیم کی عزت نہیں کرتے۔' (فجر: ۱۷)

یتیموں کے ساتھ عزت سے پیش آنے سے انہیں سماج میں اپنے اور دیگر انسانوں کے درمیان برابری اور برابری کا احساس ہوگا۔ اور پھر وہ احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوں گے جو کہ ایک صالح معاشرے کے لئے بذریعہ بیماری ہے۔

#### ۲۔ عدل و انصاف سے پیش آنا:

'اور یتیموں کے سلسلہ میں عدل و انصاف کے ساتھ اقدام کرو اور جو تم نیکی کرو گے اللہ اس سے آگاہ ہے۔' (نسائی: ۱۲۷)

ہو سکتا ہے کہ ہم یتیموں کے ساتھ نیکی کریں ہو سکتا ہے کہ ان کا خیال رکھیں لیکن ضروری ہے کہ یہ کام اس پیمانے پر ہو کہ عدل و انصاف قائم ہو سکے اور یتیموں کے مقابل دوسرا لوگوں کو زیادہ حق نہ دیا جائے۔

#### ۳۔ گشادہ روئی سے پیش آنا:

'اور یتیم پر قہر نہ کرو۔' (ضھی: ۹)

ایک توہین وہ ہوتی ہے جس میں قہر و غلبہ شامل نہیں ہوتا اور ایک توہین وہ ہوتی ہے جس میں قہر و غلبہ بھی شامل ہوتا ہے۔ پہلے والی آیت میں اس توہین کا ذکر ہے جس میں صرف توہین ہوئی ہے لیکن سردست آیت میں ایسی توہین مراد ہے جس میں قہرو غصب بھی شامل ہو۔ ڈانٹنا، پھٹکارنا اسی کے تحت آئیں گے۔

#### ۴۔ دھکا نہ دینا:

'کیا آپ نے اسے دیکھا ہے جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے یہی شخص ہے جو یتیم کو دھکا دیتا ہے۔' (ماعون: ۱، ۲)

اپنے دروازے پر یتیم کو دھکا دینا، دھکا دیکر نکال دینا، دھتکارنا، بھگانا اسی زمرے میں آتا ہے۔ یتیموں کا کوئی نہیں ہوتا اگر ان کے ساتھ مذکورہ بالا بُدایات کے برخلاف سلوک کیا جائے گا تو اس میں نہ ہمت رہے گی اور نہ ہی حوصلہ۔ وہ قدم قدم پر احساس کمتری کا شکار ہوگا اور جب اسے ڈانٹا، پھٹکارا، دھتکارا جائے گا تو وہ کسی لائق نہیں رہے گا وہ کسی کام کا نہیں رہے گا نتیجہ میں وہ کسی بھی غلط راستہ پر نکل جانے کے لئے تیار ہوگا اور پھر جب قوم کا ایک آدمی خراب ہوگا تو اس کی خرابی وبا کی طرح پھیل جائے گی اور نہ جانے جتنوں کو اپنے چنگل میں لے لے گی۔

## اللہ کی نافرمانی کے نتائج

### ۱- آتشِ دوزخ:

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر رہے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کر رہے گا اللہ اسے (دوزخ کی) آگ میں جھونک دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔ (لقمان: ۳)

### ۲- دنیاوی پریشان حال:

'اور انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے انہیں سخت پریشانیوں میں مبتلا کر دیا۔' (الحاقہ: ۱۰)

### ۳- قہر و انتقامِ الہی:

'تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت گرفت گرفت میں لے لیا۔' (مزمل: ۱۶)

### ۴- اللہ کی لعنت:

'بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان پر جناب داؤد و موسیٰ علیہما السلام کے زبانی لعنت کی جا چکی ہے کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

### ۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بیزاری:

'اگر یہ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے کئے سے بیزار ہوں۔' (شعراء: ۲۱۶)